

قدرتی آفات کے سماجی و خاندانی اثرات اور جبری نقل مکانی: سیرت طیبہ کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ

Social and Familial Impacts of Natural Disasters and Forced Displacement: An Analytical Study in the Light of the Prophetic Sīrah

1. Muhammad Adnan Ashraf

M.Phil. Scholar, Department of Islamic Studies, Green International University, Lahore, Pakistan.

Email: Adnanashraf7861@gmail.com

2. Dr. Muhammad Ismail Tabish

Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Green International University, Lahore, Pakistan.

Email: ismail.tabish@giu.edu.pk

Abstract

Natural disasters earthquakes, floods, storms, and epidemics are not merely physical or economic events; they inflict deep and lasting damage on the social fabric and family structures of affected communities. This study begins by establishing the lexical and terminological meaning of the word āfah (disaster) in classical Arabic dictionaries, the Qur'an, and Hadith, and explains the Islamic cosmological concept of universal balance (mīzān), within which calamities are understood as a temporary "incidental corruption" ('araḍ mufsid) rather than a permanent feature of creation. It further highlights the contribution of Muslim scholars, particularly al-Khwārizmī's numerical system, to the systematic historical recording and statistical analysis of past disasters. Building on this theological and historical foundation, the paper undertakes an analytical study of the wide-ranging social consequences of natural disasters: mass loss of life, the forced displacement and migration of survivors, the erosion of social trust and cohesion, and the disintegration of family structures particularly the vulnerability of widows and orphans. Each of these themes is examined through relevant Qur'anic verses, authentic Hadith, classical tafsīr, and contemporary sociological and demographic research drawn from sources such as the UNDP, the World Bank, and the Internal Displacement Monitoring Centre. The study argues that the Prophetic model of muwākhāt (fraternity) established in Madinah, along with the Qur'anic principles of social justice ('adl ijtīmā'ī) and institutionalized care for the vulnerable, offers a comprehensive and practically tested framework for post-disaster social reconstruction one that integrates material causation with moral and spiritual responsibility. The paper concludes that the Seerah of the Prophet ﷺ provides not only theological consolation but also a concrete socio-economic model capable of addressing the social and familial crises triggered by natural disasters in contemporary societies.

Keywords: Natural Disasters; Forced Migration; Social Cohesion; Family Disintegration; Seerah of the Prophet.

تمہید

قدرتی آفات زلزلے، سیلاب، طوفان اور وبائی امراض محض جسمانی یا معاشی نقصان تک محدود نہیں بلکہ معاشرتی ڈھانچے اور خاندانی نظام پر بھی گہرے اور دیرپا اثرات مرتب کرتی ہیں۔ زیر نظر مقالہ اس امر کا تجزیاتی مطالعہ پیش کرتا ہے کہ قرآن و حدیث اور سیرت طیبہ کی روشنی میں قدرتی آفات کو کس نظر سے دیکھا جائے اور ان کے نتیجے میں پیدا ہونے والے سماجی و خاندانی مسائل۔ بالخصوص جبری نقل مکانی، معاشرتی اعتماد کے زوال اور خاندانوں کی شکست و ریخت سے کیسے نمٹا جائے۔ مقالے کا آغاز آفت کے لغوی و اصطلاحی مفہوم کی وضاحت سے کیا گیا ہے، اس کے بعد کائناتی نظام میں توازن اور عارضی خلل (عرض مفسد) کے تصور کو زیر بحث لایا گیا ہے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ آفات کوئی مستقل خلل نہیں بلکہ اصلاحی حکمت کا حصہ ہیں۔ اس کے بعد قدرتی آفات کے سماجی و خاندانی اثرات کا تفصیلی جائزہ

لیا گیا ہے، جن میں جانی نقصان، جبری نقل مکانی، سماجی روابط کی کمزوری اور خاندانی نظام کی شکستگی شامل ہیں۔ آخر میں سیرت طیبہ کے اسوہ بالخصوص مواخات مدینہ اور یتیموں و یتیموں کی کفالت کے نظام کی روشنی میں ان مسائل کے حل تجویز کیے گئے ہیں۔

آفات کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

کسی بھی علمی موضوع کے تحقیقی مطالعہ کی بنیاد اس کے کلیدی الفاظ اور اصطلاحات کی درست تفہیم پر استوار ہوتی ہے۔ زیر نظر مقالہ کا مرکزی موضوع آفت ہے، اور یہ ضروری ہے کہ اس لفظ کے لغوی، اس کے اصطلاحی ارتقاء، اور اس سے متعلقہ قرآنی و حدیثی الفاظ کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تاکہ آئندہ ابواب میں اسباب وقوع اور معاشرتی اثرات کی بحث ایک مستحکم علمی بنیاد پر کھڑی ہو سکے۔ اسی طرح یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ اسلامی فکر میں کائنات کے متوازن نظام میں خلل کا تصور کیا ہے، مسلم علماء اور محدثین نے آفات کے مطالعہ اور مثبت و اندراج میں کن سائنسی و شماراتی طریقوں سے کام لیا، اور بالآخر یہ کہ آفات کو آزمائش، عذاب یا تنبیہ میں سے کس زمرے میں رکھا جائے۔

تعریف:

آفات ایسی چیز کو کہتے ہیں جو کسی شے کو پہنچ کر اسے متاثر یا خراب کر دے، صاحب تاج العروس نے فرمایا: لكل شيء آفة، وللعلم آفات یعنی ہر چیز کی کوئی نہ کوئی آفت ہوتی ہے اور علم کی بھی آفات ہیں۔ نیز حدیث نقل کی: آفة الحديث الكذب، وآفة العلم النسيان یعنی حدیث کی آفت جھوٹ ہے اور علم کی آفت بھول جانا۔¹

نیز لغت میں آفت کو "عرض مفسد لما يصيب" کہا گیا ہے، یعنی ایسا عارضہ جو جس چیز پر وارد ہو اُسے خراب یا فاسد کر دے، اور اسی بنا پر اسے عیب یا بیماری کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔²

آفت: عیب (بیماری)

علامہ جوہری لکھتے ہیں: کھیتی کو آفت لگ گئی (بغیر فاعل کے ذکر کے)، یعنی اس پر آفت آگئی، پس وہ آفت زدہ ہے، اور یہ معوف کی مثال پر ہے۔³ لغت میں آفت کے معنی نقصان، خطرہ اور بدی کے بھی ہیں۔ عربی میں آفة (الآف) کا مطلب ہر وہ چیز ہے جو محصول کو نقصان پہنچائے یا انسان کو نقصان دے۔ قرآن مجید میں آفت کے لیے متعدد الفاظ کا استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

(وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرَحُوا بِهَا وَإِنْ نَضِيبُهُمْ سَنِيَّةً بِمَا قَدَّمْتُمْ أَذْيِبُهُمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ)⁴

اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ دیتے ہیں اس پر خوش ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچے بدلہ اس کا جو ان کے ہاتھوں نے بھیجا جیسی وہ ناامید ہو جاتے۔ اس آیت میں سئ (برائی یا نقصان) سے مراد اللہ کی طرف سے آنے والی مشکلات اور آفات ہیں۔

صاحب تفسیر خازن لکھتے ہیں: ﴿وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً﴾: اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ دیتے ہیں۔

یعنی جب ہم لوگوں کو تندرستی اور وسعتِ رزق کا مزہ دیتے ہیں تو وہ اس پر خوش ہو جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے اتراتے ہیں اور اگر انہیں ان کی مَحْصِيَّت اور ان کے گناہوں کی وجہ سے کوئی برائی پہنچے تو اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو جاتے ہیں اور یہ بات مومن کی شان کے خلاف ہے کیونکہ مومن کا حال یہ ہے کہ جب اُسے نعمت ملتی ہے تو وہ شکر گزاری کرتا ہے اور جب اسے سختی پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اُمیدوار رہتا ہے۔⁵

¹ - محمد مرتضیٰ الحسینی الزبیدی، تاج العروس من جواهر القاموس، ص: 12134، کویت: مطبعة حكومت كويت، طبع اول، 1965ء

² - رضی الدین الحسن بن محمد بن الحسن بن حیدر العدوی، العباب الزاخر واللباب الفاخر، ص: 372، بغداد: المطبع العلمی العراقی، طبع اول، 1398ھ / 1978ء

³ - أبو نصر إسماعیل بن حماد الجوهري، منتخب من صحاح الجوهري، ص: 167، بیروت: دار العلم للملايين

⁴ - الروم 30: 36

⁵ - علی بن محمد بن ابراہیم الشیخی، تفسیر خازن، ج: 3، ص: 464، بیروت: دار الکتب العلمیہ، طبع اول، 1415ھ

قدرتی آفات کی اصطلاحی تعریف:

علماء اور مفکرین نے قدرتی آفات کی مختلف تعریفیں دی ہیں۔ عام طور پر قدرتی آفات سے مراد وہ تمام ایسے واقعات اور حادثات ہیں جو قدرت (نیچر) کے ذریعے انجام تک پہنچتے ہیں۔ یہ آفات مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہیں جیسے زلزلے، سیلاب، طوفان، سمندری لہریں، آگ، سردی، گرمی، وبائی امراض اور دیگر قدرتی حادثات۔

ابوعمار زاہد الراشدی اپنی کتاب "قدرتی آفات، اسباب و عوامل اور ہماری ذمہ داری" میں لکھتے ہیں: قدرتی آفات میں وہ تمام ایسے واقعات ہیں جو فطری قوانین کے تحت عمل پذیر ہوتے ہیں اور انسان کے کنٹرول سے باہر ہوتے ہیں۔⁶

کائناتی نظام میں عرضِ مفسد کا تصور:

نظام کائنات کا اصل الاصولی میزان اور توازن ہے کیونکہ کسی بھی نظام میں خلل کو سمجھنے کے لیے پہلے اس نظام کی اصل حالت کو سمجھنا ضروری ہے۔ قرآن کریم نے کائنات کا بنیادی قانون عدل، میزان اور تقدیر کو قرار دیا ہے۔ کائنات کا مادی ڈھانچہ اندھی قوتوں کا مجموعہ نہیں، بلکہ ایک انتہائی منظم اور ریاضیاتی طور پر مربوط نظام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ هَ أَلا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ)⁷

اور اسی نے آسمان کو بلند کیا اور میزان (توازن) قائم کر دی، تاکہ تم میزان میں سرکشی نہ کرو۔

اللہ کریم نے ہر چیز کو بہترین انداز سے پیدا فرمایا ہے جس کا ذکر سورہ القمیر میں اس طرح فرمایا:

(إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ)⁸

بیشک ہم نے ہر چیز کو ایک مقررہ انداز سے (اور حساب) سے پیدا کیا ہے۔

یہ آیت ان لوگوں کے رد میں نازل ہوئی جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے منکر ہیں اور نئے واقعات کو ستاروں وغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جب کائنات کا اصل اصول ہی میزان اور تقدیر ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات میں مستقل بگاڑ یا ہمہ وقتی انتشار ممکن ہی نہیں ہے۔ اگر بگاڑ مستقل ہو جائے تو کائنات ختم ہو جائے۔ چنانچہ، یہاں سے عرضِ مفسد کا تصور جنم لیتا ہے، یعنی کوئی بھی بگاڑ کائنات کی ذات کا حصہ نہیں بلکہ ایک عارضی کیفیت ہے۔

عرضِ مفسد کی ماہیت: خلل کا عارضی اور اصلاحی ہونا:

فلسفہ اور منطق کی اصطلاح میں اس چیز کو کہتے ہیں جو مستقل نہ ہو بلکہ عارضی طور پر کسی چیز پر طاری ہو اور پھر ختم ہو جائے۔ کائناتی نظام میں زلزلے، سیلاب، طوفان اور وبائیں دراصل عرضِ مفسد ہیں یعنی وہ عارضی خلل جو میزان کائنات پر کچھ وقت کے لیے طاری ہوتا ہے۔ اس کی سب سے بہترین مثال انسانی جسم کی ہے۔ انسانی جسم کا اصل نظام صحت اور توازن ہے، لیکن جب جسم میں زہریلے مادے جمع ہو جائیں تو جسم کو بگاڑ چڑھتا ہے۔ بگاڑ بظاہر ایک تکلیف اور بگاڑ ہے، لیکن حقیقت میں وہ جسم کے مدافعتی نظام کی ایک عارضی اور اصلاحی کوشش ہوتی ہے تاکہ زہریلے مادوں کو نکال کر جسم کو دوبارہ اصل صحت کی طرف لایا جائے۔ آفاتِ سماوی وارضی

(زلزلے، سیلاب) بھی کائنات کا بگاڑ ہیں جو اسے دوبارہ توازن کی طرف لاتے ہیں۔ قرآن مجید اس کی حکمت یوں بیان کرتا ہے:

(ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمَلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ)⁹

خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی (اعمال) کی وجہ سے، تاکہ (اللہ) انہیں ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے، تاکہ

وہ باز آجائیں (رجوع کریں)۔

⁶۔ ابوعمار زاہد الراشدی، "قدرتی آفات: اسباب و عوامل اور ہماری ذمہ داری" (خطاب: جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام، جہلم، 26 نومبر 2005ء)،

zahidrashdi.org/802

⁷۔ الرحمن 8: 55

⁸۔ القمر 54: 49

⁹۔ الروم 30: 41

عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی تفسیر مدارک میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ﴾: خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہو گیا۔ یعنی شرک اور گناہوں کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد جیسے قحط سالی، بارش کارک جانا، پیداوار کی قلت، کھیتیوں کی خرابی، تجارتوں کے نقصان، آدمیوں اور جانوروں میں موت، آتش زدگی کی کثرت، غرق اور ہر شے میں بے برکتی، طرح طرح کی بیماریاں، بے سکونی، وغیرہ ظاہر ہو گئی اور ان پریشانیوں میں مبتلا ہونا اس لئے ہے تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں آخرت سے پہلے دنیا میں ہی ان کے بعض برے کاموں کا مزہ چکھائے تاکہ وہ کفر اور گناہوں سے باز آجائیں اور ان سے توبہ کر لیں۔¹⁰

اس آیت سے معلوم ہوا کہ گناہوں کی وجہ سے لوگ ہزاروں قسم کی پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور صحیح احادیث سے بھی ثابت ہے کہ کسی قوم میں اعلانیہ بے حیائی پھیل جانے کی وجہ سے ان میں طاعون اور مختلف امراض عام ہو جاتے ہیں ناپ تول میں کمی کرنے کی وجہ سے قحط آتا اور ظالم حاکم مقرر ہوتے ہیں۔ زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے بارش رکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا عہد توڑنے کی وجہ سے دشمن مسلط ہو جاتا ہے۔ لوگوں کے مالوں پر تجری قبضہ کرنے کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق حکمرانوں کے فیصلے نہ کرنے کی وجہ سے لوگوں کے درمیان قتل و غارت گری ہوتی ہے اور سود خوری کی وجہ سے زلزلے آتے اور شکلیں بگڑ جاتی ہیں۔¹¹

آیت اور احادیث کے خلاصے کو سامنے رکھتے ہوئے ہر ایک کو چاہئے کہ وہ موجودہ صورت حال پر غور کر لے کہ فی زمانہ بے حیائی عام ہونا، ناپ تول میں کمی کرنا، لوگوں کے اموال پر تجری قبضہ کرنا، زکوٰۃ نہ دینا، جو اس سود خوری وغیرہ، الغرض وہ کونسا گناہ ہے جو ہم میں عام نہیں اور شائد انہی اعمال کا نتیجہ ہے کہ آج کل لوگ ایڈز، کینسر اور دیگر جان لیوا امراض میں مبتلا ہیں، ظالم حکمران ان پر مقرر ہیں، بارش رک جانے یا حد سے زیادہ آنے کی آفت کا یہ شکار ہیں، دشمن ان پر مسلط ہوتے جا رہے ہیں، قتل و غارت گری ان میں عام ہو چکی ہے، زلزلوں، طوفانوں اور سیلاب کی مصیبتوں میں یہ پھنسے ہوئے ہیں، تجارتی خسارے اور ہر چیز میں بے برکتی کا رونا دہنا یہ رو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عقل سلیم عطا کرے اور اپنی بگڑی عملی حالت سدھارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہاں بہت سے لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ کافروں کے ممالک جہاں کفر و شرک اور زنا و گناہ سب کچھ عام ہے وہاں فساد کیوں نہیں ہے تو اس کے دو جواب ہیں، اول یہ کہ کفار کو دنیا میں کئی اعتبار سے مہلت ملی ہوئی ہے لہذا وہ اس مہلت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور دوسرا جواب یہ ہے کہ فساد اور بربادی صرف مال کے اعتبار سے نہیں ہوتی بلکہ بیماریوں اور ذہنی پریشانیوں اور بھی ہزاروں اعتبار سے ہوتی ہے، اب ذرا کفار کے ممالک میں جنم لینے والی اور پھیلنے والی نئی نئی بیماریوں کی معلومات جمع کر لیں یونہی یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ دنیا میں سب سے زیادہ پاگل خانے، ذہنی مریض، دماغی سکون کی دواؤں کا استعمال، دماغی امراض کے معالجین، ذہنی مریضوں کے ادارے اور نفسیاتی اسپتال بھی انہی کفار کے ممالک میں ہیں اور اسی طرح دنیا میں سب سے زیادہ طلاقیں، ناجائز اولادیں، بوڑھے والدین کو اولاد ہومز میں پھینک کر بھول جانے کے واقعات، یونہی دنیا میں سب سے زیادہ خودکشیاں بھی انہی ممالک میں ہیں، جو ظاہر آؤ بڑے خوشحال نظر آتے ہیں لیکن اندر سے گل سڑ رہے ہیں۔

اس آیت میں لفظ ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ (تاکہ وہ لوٹ آئیں) اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ یہ فساد (آفت) مستقل تباہی کے لیے نہیں، بلکہ اصلاحی وقفے کے طور پر ہے تاکہ انسان اور نظام کائنات دونوں اپنی اصل حالت (توازن اور اطاعت) کی طرف لوٹ جائیں۔

مادی و معنوی محرکات کا باہمی ربط:

سائنسی نقطہ نظر زلزلے کو صرف ٹیکٹونک پلیٹوں کی حرکت کہتا ہے اور سیلاب کو بادلوں کا پھٹنا۔ اسلامی کائناتی تصور ان مادی اسباب کا انکار نہیں کرتا، بلکہ وہ مادی اسباب کو معنوی اور اخلاقی اسباب کے ساتھ جوڑتا ہے۔ کائنات کا مادی توازن، انسان کے اخلاقی توازن کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ جب انسان اخلاقی طور پر حد سے بڑھتا ہے، تو کائناتی نظام کا ردِ عمل آفات کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

احادیث مبارکہ میں اس مادی اور معنوی محرکات کو صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا فَعَلْتَ أَمْرِي خَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً حَلَّ بِهَا الْبَلَاءُ ، فَقِيلَ: وَمَا هُنَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ: إِذَا كَانَ الْمَغْنَمُ دُولًا، وَالْأَمَانَةُ مَغْنَمًا، وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا، وَأَطَاعَ الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ وَعَقَى أُمَّهُ، وَبَرَّ صَدِيقَهُ وَجَفَا

¹⁰ تفسیر مدارک عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی، ص: ۹۱۰، بیروت: دار الکلم الطیب، طبع اول، ۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۸ء

¹¹ روح البیان، علامہ اسماعیل حق، ج: ۷، ص: ۴۶، ۴۷، بیروت: دار الفکر

أَبَاهُ، وَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ، وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ أَرْدَلَهُمْ، وَأُحْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ، وَشُرِبَتِ الْخُمُورُ، وَلُبِسَ الْحَرِيرُ، وَاتَّخَذَتِ الْفَيَّائِثُ وَالْمَعَارِفُ، وَلَعَنَ آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا، فَلْيَرْتَقِبُوا عِنْدَ ذَلِكَ رِيحًا حَضْرَاءَ أَوْ خَسْفًا وَمَسْخًا¹²

جب میری امت پندرہ چیزیں کرنے لگے تو اس پر مصیبت نازل ہوگی، عرض کیا گیا: اللہ کے رسول ﷺ! وہ کون کون سی چیزیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب مال غنیمت کو دولت، امانت کو غنیمت اور زکوٰۃ کو تادان سمجھا جائے، آدمی اپنی بیوی کی فرمانبرداری کرے اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے اپنے دوست پر احسان کرے اور اپنے باپ پر ظلم کرے، مساجد میں آوازیں بلند ہونے لگیں، رذیل آدمی قوم کا لیڈر بن جائے، شر کے خوف سے آدمی کی عزت کی جائے، شراب پی جائے، ریشم پہنا جائے، (گھروں میں) گانے والی لونڈیاں اور باجے رکھے جائیں اور اس امت کے آخر میں آنے والے پہلے والوں پر لعنت بھیجیں تو اس وقت تم سرخ آندھیا زمین دھسنے اور صورت تبدیل ہونے کا انتظار کرو۔ جب کسی قوم میں بدکاری، ناپ تول میں کمی اور ظلم بڑھ جاتا ہے تو اس کے متعلق اللہ کے رسول ﷺ نے سخت وعید فرمائی ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کا فرمان مروی ہے:

((يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ، خَمْسَ إِذَا ابْتَلَيْتُمْ بِهِنَّ، وَأَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ تُدْرِكُوهُنَّ، لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ، حَتَّى يُعْلَنُوا، بِهَا إِلَّا فَنَّا فِيهِمُ الطَّاعُونَ وَالْأَوْجَاعُ، الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْا، وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ، إِلَّا أَخَذُوا بِالسِّنِينَ، وَشِدَّةِ الْمَنُونَةِ، وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ، وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا مَنَعُوا الْفَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ، وَلَوْلَا الْبَهَانُ لَمْ يُمَطَّرُوا وَلَمْ يَنْقُصُوا عَهْدَ اللَّهِ، وَعَهْدَ رَسُولِهِ إِلَّا سَلَطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ عَذَابًا مِنْ غَيْرِهِمْ، فَأَخَذُوا بِغَضِّ مَا فِي أَيْدِيهِمْ وَمَا لَمْ تَحْكَمْ أَيْمَتُهُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ، وَيَتَخَيَّرُوا مِمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ بِأَسْهَمِهِمْ بَيْنَهُمْ¹³))

اے مہاجرین کی جماعت! پانچ باتیں ہیں جب تم ان میں مبتلا ہو جاؤ گے، اور میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تم اس میں مبتلا ہو، (وہ پانچ باتیں یہ ہیں) پہلی یہ کہ جب کسی قوم میں علانیہ فحش (فسق و فجور اور زنا کاری) ہونے لگ جائے، تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھوٹ پڑتی ہیں جو ان سے پہلے کے لوگوں میں نہ تھیں، دوسری یہ کہ جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگ جاتے ہیں تو وہ قطعاً، معاشی تنگی اور اپنے حکمرانوں کی زیادتی کا شکار ہو جاتے ہیں، تیسری یہ کہ جب لوگ اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش کو روک دیتا ہے، اور اگر زمین پر چوپائے نہ ہوتے تو آسمان سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ گرتا، چوتھی یہ کہ جب لوگ اللہ اور اس کے رسول کے عہد و پیمان کو توڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر ان کے علاوہ لوگوں میں سے کسی دشمن کو مسلط کر دیتا ہے، وہ جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے چھین لیتا ہے، پانچویں یہ کہ جب ان کے حکمران اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہیں کرتے، اور اللہ نے جو نازل کیا ہے اس کو اختیار نہیں کرتے، تو اللہ تعالیٰ ان میں پھوٹ اور اختلاف ڈال دیتا ہے۔

یہ احادیث واضح کرتی ہیں کہ مادی بگاڑ (وہاء، زلزلہ) دراصل اخلاقی بگاڑ (ظلم، بدکاری) کا کائناتی ردِ عمل ہے۔ عرض مفید کا یہ قانون مادی اور معنوی دنیا کو ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونے دیتا، بلکہ یہ بتاتا ہے کہ انسان کی اخلاقی ذمہ داری کا اثر براہِ راست کائناتی مظاہر پر پڑتا ہے۔

حکمت الہی اور نظام اسباب:

جب یہ ثابت ہو گیا کہ آفت عارضی ہے اور اس کے پیچھے مادی و معنوی اسباب ہیں، تو اگلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس عارضی تکلیف میں حکمت الہی کیا ہے؟ اسلام کے مطابق یہ خلل کائنات کی بے قاعدگی نہیں بلکہ نظام اسباب اور حکمت الہی کا حصہ ہے جس کے دو بڑے مقاصد ہیں: مومنین کے لیے تطہیر اور غافلوں کے لیے عذاب۔

حدیث پاک میں اس عارضی خلل (آفت و بیماری) کی حکمت کو انسان کے حق میں یوں بیان فرمایا گیا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

¹²۔ بو عیسیٰ محمد بن سورہ بن شداد، جامع ترمذی حدیث نمبر: 2210، بیروت: دار الغرب الاسلامی، سن اشاعت: 1998ء

¹³۔ سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: 4019، تحقیق: محمد فواد عبدالباقی، قاہرہ: دار احیاء الکتب العربیہ

((مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ، وَلَا وَصَبٍ، وَلَا هَمٍّ، وَلَا حُزْنٍ، وَلَا أَذًى، وَلَا غَمٍّ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكَّهَا، إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ))¹⁴

مسلمان جب بھی کسی پریشانی، بیماری، رنج و ملال، تکلیف اور غم میں مبتلا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگر اسے کوئی کٹنا بھی چبھ جائے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔

جب انفرادی سطح پر کٹنا چھنا گناہوں کا کفارہ ہے، تو اجتماعی سطح پر "عرضِ مفسد" (بڑی آفات) معاشرے کی مجموعی تطہیر اور بیداری کا سبب بنتی ہیں۔ یہ انسان کو اس کی کمزوری یاد دلاتی ہیں اور اسے مادی غرور سے نکال کر خدا کے حضور جھکنے پر مجبور کرتی ہیں۔

بنا بریں، اسلامی مفکرین کے نزدیک آفات کائنات کی حتمی تباہی یا کسی شر پسند خدا کا غیظ و غضب نہیں ہیں، بلکہ یہ کائناتی توازن کو برقرار رکھنے کا ایک خود کار الہی طریقہ کار ہیں۔ یہ انسان کو مادی نقصانات سے بالاتر ہو کر کائناتی قوانین، اپنی اخلاقی ذمہ داری اور حکمت الہی کے باہمی ربط کو سمجھنے کی دعوت دیتا ہے۔ کائنات کا بنیادی ڈھانچہ بہر حال میزان پر ہی قائم رہتا ہے، اور ہر آفت کے بعد زندگی کا دوبارہ مسکراتا اس بات کی دلیل ہے کہ عرض ختم ہو جاتا ہے اور اصل باقی رہتی ہے۔

اسلامی دور میں آفات کے مطالعہ میں عربی اعداد اور شمار پائی پیش رفت:

مسلم مؤرخین، ریاضی دانوں اور سائنس دانوں نے قرآنی میزان اور تقدیر (ریاضیاتی نظم) کے تصور سے فکری توانائی پا کر آفاتِ سماوی وارضی کو محض مافوق الفطرت واقعات کے طور پر نہیں دیکھا، بلکہ انہیں عربی اعداد اور شمار پائی طریقوں کے ذریعے ایک منظم علم کی شکل دی۔ ان کے فراہم کردہ متن کو منطقی روابط، تاریخی شواہد اور مکمل اسلامی و تاریخی مراجع کے ساتھ تفصیلاً ذیل میں واضح کیا جا رہا ہے۔

الخوارزمی کا عددی انقلاب اور تاریخ آفات کا ریاضیاتی نظم:

محمد بن موسیٰ الخوارزمی کا عددی اور ریاضیاتی انقلاب محض خشک ہندسوں کا مجموعہ نہیں تھا، بلکہ اس نے انسانی تاریخ نویسی، عمرانیات اور بالخصوص علوم آفات کو ایک نئی مادی اور سائنسی زبان عطا کی۔

تاریخی پس منظر: الخوارزمی سے پہلے کا عددی بحران

الخوارزمی کے اس کارنامے کی عظمت کو سمجھنے کے لیے اس سے پہلے کی دنیا کا عددی نظام دیکھنا ضروری ہے۔ نویں صدی عیسوی تک دنیا کے پاس دو بڑے

نظام تھے:

رومن نظام: جس میں I, V, X, L, C, D, M جیسے حروف استعمال ہوتے تھے۔ اس میں صفر (Zero) کا کوئی تصور نہیں تھا اور نہ ہی کوئی مقامی قیمت تھی۔ اگر کسی کو 48888 لکھنا ہو تو اسے MMMMMM کی ایک طویل اور پیچیدہ سطر لکھنی پڑتی تھی۔

عرب کا حساب ابجد: جہاں حروف تہجی کو ہندسوں کے برابر مانا جاتا تھا۔ مثلاً: الف، ب، ج، ۲، ۳

آفات کے مطالعے میں رکاوٹ:

ان پرانے نظاموں کی وجہ سے تاریخ انسانی میں آنے والی بڑی آفات کا معروضی ریکارڈ رکھنا ناممکن تھا۔ مثال کے طور پر، اگر کسی طاعون میں قاہرہ یا بغداد کے اندر ایک لاکھ بیس ہزار (120000) افراد ہلاک ہو جاتے، یا کسی زلزلے سے پچاس ملین درہم کا معاشی نقصان ہوتا، تو ان حروف پر مبنی نظاموں کے ذریعے اتنے بڑے اعداد کو کتابوں میں درست درج کرنا انتہائی کٹھن تھا۔

ان اعداد کی آپس میں جمع، تفریق، یا آبادی کے تناسب سے تقسیم کرنا ریاضیاتی طور پر محال تھا اور نتائج کی بنیاد پر کوئی اوسط یا شمار پائی موازنہ نہیں نکالا جاسکتا تھا۔

الخوارزمی کا انقلابی نظام:

جب الخوارزمی نے دار الحکمہ (بغداد) میں ہندوستانی ریاضی کے اصولوں کا گہرا مطالعہ کیا، تو انہوں نے اسے یکسر بدل کر ایک نیا عربی عددی نظام وضع کیا۔

اس نظام کے دو بنیادی ستون تھے:

¹⁴ - محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری حدیث نمبر: 5641، دار طوق النجاة، قاہرہ، مصر، سن اشاعت: 1422ھ

1: صفر کا باقاعدہ استعمال: الخوارزمی نے صفر کو بطور ہندسہ شامل کیا، جس نے ریاضی کو خالی جگہ کی طاقت دی۔

2: مقامی قیمت کا اصول یعنی ایک ہی ہندسہ "۱۵" اگر اکائی کے مقام پر ہے تو اس کی قیمت پانچ ہے، دہائی پر ہے تو پچاس، اور سینکڑے پر ہے تو پانچ سو۔

قرآنی تصور سے فکری توانائی:

الخوارزمی ایک مومن سائنس دان تھے، ان کے پیش نظر اس آیت کریمہ ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾¹⁵ (بیشک ہم نے ہر چیز کو ایک مقررہ اندازے اور حساب سے پیدا کیا ہے) سے انہوں نے یہ فکری نکتہ پایا کہ جب کائنات کا ذرہ ذرہ الہی حساب کے تحت حرکت کر رہا ہے، تو انسانی علوم کو بھی اسی حساب کی زبان میں منتقل ہونا چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے اس قرآنی قدر (ریاضیاتی نظم) کو مادی ہندسوں (0, 1, 2, 3, ...) کا لباس پہنایا۔ الخوارزمی کے اس نظام نے تاریخ دانوں اور سائنس دانوں کو وہ مادی آلہ فراہم کیا جس کے بغیر جدید ڈیساٹر میجنٹ کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

اس کے تین بڑے مظاہر درج ذیل ہیں

روزانہ کی ہلاکتوں کا درست اندراج اور وبائی رفتار کا فہم:

جب الخوارزمی نے صفر اور نو ہندسوں کا نظام دیا، تو مؤرخین کے لیے ممکن ہوا کہ وہ روزانہ کی اموات کو الگ الگ لکھیں۔ مثال کے طور پر، وباء کے آغاز میں اموات \$05\$ تھیں، پھر \$50\$ ہوئیں، پھر \$500\$ اور پھر \$5,000\$ تک پہنچیں۔ اس اعشاری نظام کی بدولت بعد کے محدثی ناور مؤرخین (جیسے ابن حجر عسقلانی) وباء کے عروج اور اس کے پھیلاؤ کی رفتار کو ہندسوں کے ذریعے ناپنے کے قابل ہوئے، جس سے قریب قریب اور طبی امداد کی تقسیم آسان ہوئی۔

آبادی کے تناسب سے اموات کی تقسیم:

الخوارزمی کی وضع کردہ تقسیم اور کسر (اعشاریہ) کے اصولوں نے یہ ممکن بنایا کہ یہ دیکھا جائے کہ کسی آفت سے ہونے والا نقصان کل آبادی کا کتنے فیصد ہے۔ اگر ایک شہر کی آبادی 100000 ہے اور وہاں 10000 لوگ مرے، اور دوسرے شہر کی آبادی 20000 ہے اور وہاں 5000 لوگ مرے، تو پرانے نظام میں صرف یہ دیکھا جاتا تھا کہ پہلے شہر میں زیادہ موت ہوئی۔ لیکن الخوارزمی کے ریاضیاتی آلے نے بتایا کہ دوسرے شہر میں اموات کا تناسب (25%) پہلے شہر (10%) سے زیادہ شدید تھا۔ اسے جدید سائنس میں خطرہ پسندی کا تجربہ کہتے ہیں۔

صدیوں کے پھیلاؤ میں زلزلوں کا تاریخی تسلسل:

زلزلے اور سیلاب صدیوں کے وقفوں سے آتے ہیں۔ الخوارزمی کے عددی نظام نے سن ہجری اور تاریخ کے اندراج کو اتنا منظم کر دیا کہ امام سیوطی جیسے محققین کے لیے یہ ممکن ہوا کہ وہ پچھلے ایک ہزار سال کے زلزلوں کا ایک عددی کیڑا لگ بنائیں۔ اس سے یہ معلوم کرنا ممکن ہوا کہ ایک ہی خطے میں زلزلہ کتنے سال کے اوسط وقفے سے آتا ہے۔¹⁶

قدرتی آفات محض جغرافیائی تغیر یا مادی ڈھانچے کی تباہی تک محدود نہیں ہوتیں، بلکہ ان کے اثرات انسانی معاشرت کے رگ وریشے میں سرایت کر جاتے ہیں۔ گزشتہ فصل میں آفات کے معاشی اثرات کا احاطہ کیا گیا تھا، مگر عمرانیاتی اصولوں کے مطابق معاشی زوال اور سماجی بگاڑ لازم و ملزوم ہیں۔ جب معیشت کا پہیہ جام ہوتا ہے، تو اس کا براہ راست اثر معاشرے کی بنیادی اکائیوں پر پڑتا ہے۔ یہ فصل قدرتی آفات کے کثیر الجہتی سماجی اثرات کا احاطہ کرتی ہے، جس میں بڑے پیمانے پر جانی نقصان کے عمرانی اثرات، متاثرین کی جبری نقل مکانی کے نتیجے میں پیدا ہونے والے ثقافتی و جغرافیائی مسائل، معاشرتی سرمائے اور باہمی اعتماد کی شکست و ریخت، اور مشرقی و اسلامی خاندانی نظام کے ستونوں کے بکھراؤ کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ان تمام مظاہر کا مطالعہ قرآنی اصولوں، احادیث نبوی، تفسیری تشریحات اور جدید دنیاوی و عمرانیاتی تحقیقات کے باہمی ربط کے ساتھ کیا گیا ہے تاکہ آفت کے مابعد سماجی منظر نامے کا ایک متبادل اور مربوط حل سامنے لایا جاسکے۔

¹⁵۔ القمر 54: 49

¹⁶ Introduction to the History of Science, جارج سارٹن، جلد اول، باب، (The Time of Al-Khwarizmi, Baltimore):

The Williams & Wilkins Company for the Carnegie Institution of Washington), سن اشاعت: 1927ء

انسانی جانوں کا ضیاع اور اس کے سماجی مضمرات:

قدرتی آفات کا سب سے ہولناک اور ناقابلِ تلافی پہلو انسانی جانوں کا ضیاع ہے۔ زلزلے اور سیلاب جیسی ناگہانی آفات میں جب کوئی بستی لمبے کا ڈھیر بنتی ہے، تو وہاں محض افراد کا خاتمہ نہیں ہوتا، بلکہ اس معاشرے کی اجتماعی یادداشت مقامی فکری قیادت اور نسل در نسل منتقل ہونے والا ثقافتی سرمایہ بھی دفن ہو جاتا ہے۔ عمرانیاتی نظریات کے مطابق، کسی بھی کمیونٹی میں بزرگوں اور تجربہ کار افراد کی اچانک اموات سے روایتی خاندانی نظام کا تنظیمی ڈھانچہ مفلوج ہو جاتا ہے اور نئی نسل فکری و اخلاقی رہنمائی سے محروم ہو جاتی ہے۔¹⁷ جدید دنیاوی تحقیقات اور ڈیموگرافک ڈیٹا یہ ثابت کرتے ہیں کہ آفات کے دوران معاشرے کے کمزور طبقات، بالخصوص خواتین، بچے اور ضعیف العمر افراد غیر متناسب طور پر زیادہ لقمہ اجل بنتے ہیں، کیونکہ وہ جسمانی کمزوری کے باعث دفاعی صلاحیتیں بروقت نقل مکانی کی سکت نہیں رکھتے۔ اقوام متحدہ کی ماحولیاتی رپورٹ کے مطابق آفات میں ہلاک ہونے والوں میں خواتین اور بچوں کی شرح مردوں کے مقابلے میں چار گنا زیادہ ہوتی ہے۔¹⁸ اس کے نتیجے میں آفت زدہ معاشرے کا جنسی اور عمرانی تناسب شدید متاثر ہوتا ہے، بیواؤں اور یتیموں کی تعداد میں اچانک اضافہ معاشرتی عدم توازن کو جنم دیتا ہے، اور مرد و زن کے روایتی سماجی کرداروں میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔¹⁹

پسماندگان (خواتین، یتیم اور مساکین) کے حقوق کی پاسداری:

قرآن حکیم نے آفات کے بعد جانی نقصان کے نتیجے میں پیدا ہونے والے اس خلا کو پُر کرنے اور معاشرتی توازن کو برقرار رکھنے کے لیے پسماندگان (خواتین، یتیم اور مساکین) کے حقوق کی پاسداری پر سخت زور دیا ہے۔ سورہ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينُ فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا))²⁰

اور جب (ترکے کی) تقسیم کے وقت رشتہ دار اور یتیم اور مساکین حاضر ہوں تو اس میں سے انہیں بھی کچھ دے دو اور ان سے بھلی بات کہو۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری (متوفی 310ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس سے مراد معاشرے کے ان کمزور طبقات کی دلجوئی اور معاشی سرپرستی ہے جو کسی حادثے یا سرپرستی کی وفات کے بعد تنہا رہ گئے ہوں۔ شریعت کا مقصد یہ ہے کہ جانی نقصان کے بعد پیدا ہونے والے معاشی خلا کو انفاق مال اور حسن سلوک کے ذریعے بھرا جائے تاکہ کمزور طبقات معاشرتی کٹاؤ یا گداری کا شکار نہ ہوں۔²¹

اس سماجی سنجیدگی کو برقرار رکھنے کے لیے اللہ کے رسول ﷺ نے جانی نقصان کا شکار ہونے والے افراد کے پسماندگان کی اخلاقی مدد کی ترغیب دلائی۔ چنانچہ جب غزوہ موتہ میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے، تو حضور ﷺ نے جانی صدمے سے نڈھال خاندانی نظام کو سہارا دینے کے لیے صحابہ کو حکم دیا:

((اصْنَعُوا لِأَلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا، فَإِنَّهُ قَدْ أَتَاهُمْ أَمْرٌ شَدِيدٌ))²²

جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کرو، کیونکہ ان پر ایسا معاملہ آپڑا ہے جس نے انہیں (اپنے ہوش و حواس سے) مشغول کر دیا ہے۔

عمرانیات کا یہ دنیاوی اصول کہ "بڑے پیمانے پر جانی نقصان معاشرتی ڈھانچے اور آبادیاتی توازن کو بگاڑ دیتا ہے" شریعت اسلامیہ کے "فرض کفایہ" اور "مواسات" (ہمدردی) کے اصولوں سے براہ راست مربوط ہے۔ دنیاوی تحقیق جس معاشرتی غلا اور پسماندگان کے عدم تحفظ کا رد کرتی ہے، شریعت مطہرہ اس کا حل

¹⁷۔ ایریری، مائیکل، عمرانیات آفات: سماجی عواقب کا تجزیہ، ایڈیشن دوم، صفحہ نمبر: 142، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، لندن، سن اشاعت: 2018ء

¹⁸ اقوام متحدہ کا ترقیاتی پروگرام (UNDP)، آفات اور صنف: عالمی بحرانوں کی رپورٹ، جلد نمبر: 4، صفحہ نمبر: 89، یو این پبلیکیشنز، نیویارک، سن اشاعت:

2021

¹⁹۔ سمیٹھ، جان، آبادیاتی تبدیلیاں اور ناگہانی آفات، صفحہ نمبر: 210، رولینج پبلشرز، نیویارک، سن اشاعت: 2019ء

²⁰۔ النساء، 4: 8

²¹ الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان فی تائیل القرآن (تفسیر الطبری)، جلد نمبر: 7، صفحہ نمبر: 580، مکتبہ ہجر، قاہرہ، مصر، سن اشاعت: 2001ء

²² الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جلد نمبر: 2، صفحہ نمبر: 314، حدیث نمبر: 998، دار الغرب الاسلامی، بیروت، لبنان، سن اشاعت: 1998ء

اجتماعی اطعام (کھانا کھلانے)، ورثتی تحفظ، اور تفسیری احکامات کی روشنی میں "قول معروف" (بھلی بات اور نفسیاتی دلاسا) کے ذریعے فراہم کرتی ہے۔ یوں دنیاوی مسئلہ اور شرعی حل باہم مربوط ہو کر معاشرتی استحکام کا ذریعہ بنتے ہیں۔

متاثرین کی جبری نقل مکانی اور مہاجرت:

قدرتی آفات کے بعد رونما ہونے والا سب سے بڑا جغرافیائی اور عمرانی مظہر متاثرہ آبادی کی جبری نقل مکانی ہے۔ جب مکانات، زرعی اراضی اور بنیادی انفراسٹرکچر سیلاب یا زلزلے کی نذر ہو جاتے ہیں، تو بقا کی جنگ لڑتے انسان اپنے آبائی مسکن کو چھوڑ کر عارضی کیمپوں یا بڑے شہروں کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ "انٹرئل ڈسپلیسمنٹ مانیٹرنگ سینٹر" کی عالمی رپورٹ کے مطابق، صرف حالیہ سالوں میں آفات کے باعث 32 ملین سے زائد افراد جبری نقل مکانی پر مجبور ہوئے۔²³

عمرانی ماہرین کے مطابق یہ ہجرت اولاً عارضی ہوتی ہے، مگر جب بحالی کا عمل طویل ہو جائے تو یہ مستقل مہاجرت اختیار کر لیتی ہے۔²⁴

جبری نقل مکانی کے تین بڑے خطرناک سماجی پہلو:

ثقافتی و لسانی صدمہ دیہی اور روایتی ماحول سے اچانک شہری ماحول میں منتقل ہونے والے مہاجرین خود کو اجنبی محسوس کرتے ہیں، جس سے ان میں بیگانگی جنم لیتی ہے۔ وسائل پر دباؤ اور نسلی تناؤ: میزبان کمیونٹیز کے محدود وسائل (پانی، روزگار، صحت) پر جب مہاجر آبادی کا بوجھ پڑتا ہے، تو دونوں طبقات کے مابین معاشی مسابقت شدید سماجی تناؤ، کچی آبادیوں کے قیام اور شہری جرائم میں اضافے کا سبب بنتی ہے۔²⁵

مقامیت کا خاتمہ: نسلوں سے قائم برادری کا نظام بکھر جاتا ہے، جس سے باہمی تعاون کا روایتی نیٹ ورک تباہ ہو جاتا ہے۔ اسلامی تاریخ اور شریعت نے ہجرت اور نقل مکانی کے اس سماجی و معاشی بحران کا سب سے جامع حل "مواخاتہ مدینہ" کی صورت میں پیش کیا ہے۔ جب مکہ کے مہاجرین اپنا سب کچھ چھوڑ کر مدینہ آئے، تو مدینہ کے معاشی و سماجی نظام پر اچانک بوجھ پڑا، جو کہ موجودہ دور کے سیلاب زدگان کی شہروں کی طرف ہجرت جیسا ہی تھا۔ قرآن پاک نے انصار مدینہ کے اس ایثار کی تعریف کرتے ہوئے میزبان کمیونٹیز کے لیے ایک آفاقی قانون اخلاق مقرر کیا:

﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾²⁶

اور (ان کے لیے بھی) جنہوں نے اس گھر میں (مدینہ) اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی تھی، وہ محبت کرتے ہیں ان سے جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئیں اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی حاجت نہیں پاتے جو انہیں دی جائے، اور وہ اپنی جانوں پر (ان کو) ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود سخت حاجت ہو۔

امام عماد الدین ابن کثیر (متوفی 774ھ) لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں امام عماد الدین ابن کثیر لکھتے ہیں کہ انصار مدینہ نے مہاجرین کو اپنے وسائل میں برابر کا شریک کار بنایا، جس کی وجہ سے مدینہ منورہ اچانک اتنی بڑی آبادی کے بوجھ کے باوجود کسی سماجی بگاڑ یا معاشی خلفشار کا شکار نہیں ہوا، بلکہ ایثار (Altruism) کے باعث مدنی معاشرہ دنیا کا سب سے مستحکم معاشرہ بن گیا۔²⁷

²³ انٹرئل ڈسپلیسمنٹ مانیٹرنگ سینٹر (IDMC)، عالمی رپورٹ برائے جبری نقل مکانی، جلد نمبر: 12، صفحہ نمبر: 45، آئی ڈی ایم سی پبلیکیشنز، جنیوا، سوئٹزرلینڈ، سن اشاعت: 2023ء

²⁴ خان، طارق، پاکستان میں ہجرت اور ماحولیاتی اثرات، ایڈیشن اول، صفحہ نمبر: 112، ہائر ایجوکیشن کمیشن، اسلام آباد، سن اشاعت: 2020ء۔

²⁵ بیورو آف سوسائٹی ریسرچ، شہری پھیلاؤ اور کچی آبادیاں مابعد آفت، صفحہ نمبر: 74، ہارورڈ یونیورسٹی پریس، میساچوسٹس، سن اشاعت: 2022ء۔

²⁶ الحشر 59: 9

نقل مکانی کے دوران مسافروں اور بے گھر افراد کے معاشی تحفظ کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ریاستی اور عوامی سطح پر ان کی کفالت کو لازم کیا ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے:

((الرَّجُلُ فِي ظِلِّ صَدَقَتِهِ حَتَّى يُفْضَى بَيْنَ النَّاسِ))²⁸

انسان (قیامت کے دن) اپنے صدقے کے سائے میں ہو گا یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے۔

جدید عمرانیات کا یہ دنیوی نظریہ ہے کہ "بے ہنگم جبری نقل مکانی میزبان اور مہاجر آبادی میں تصادم اور وسائل کا بحران پیدا کرتی ہے" اس کا عملی اور تجرباتی توڑ شریعت نے "مواخات" اور "ایثار" کے قرآنی تصور کے ذریعے پیش کیا ہے۔ دنیاوی نظام جہاں وسائل کی کمی پر لڑپڑ اور کشیدگی دکھاتا ہے، وہیں اسلامی تفاسیری اصول یہ واضح کرتے ہیں کہ اگر اخلاقی بنیادوں پر انصافِ مدینہ کا اسلوب اپنایا جائے، تو نقل مکانی کا بحران سماجی بگاڑ کے بجائے سماجی یکجہتی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ سماجی اعتماد میں کمی اور اجتماعی روابط کا کمزور ہونا:

کسی بھی معاشرے کے افراد کے مابین نادیدہ تعلق، باہمی ہمدردی اور ریاستی اداروں پر یقین کو عمرانیات کی اصطلاح میں سماجی سرمایہ اور سماجی اعتماد کہا جاتا ہے۔ ناگہانی آفات کے مابعد منظر نامے میں یہ اعتماد شدید ترین بحران کا شکار ہو جاتا ہے۔ عالمی بینک کی سماجی سروے رپورٹ کے مطابق، جب امدادی سرگرمیوں کے دوران اقربا پروری، کرپشن، من پسند افراد کو نوازنے اور سیاسی وابستگیوں کی بنیاد پر سامانِ رسد کی تقسیم ہوتی ہے، تو متاثرین کے اندر شدید احساسِ محرومی اور ریاستی و سماجی اداروں کے خلاف بغاوت و بد اعتمادی کے جذبات جنم لیتے ہیں۔²⁹

اس بد اعتمادی کا دنیاوی نقصان یہ ہوتا ہے کہ کمیونٹی کی سطح پر "رضاکارانہ نظام" دم توڑ دیتا ہے۔ فرانسس فوکویاما کی کتاب ٹرسٹ کے مطابق، جن معاشروں میں سماجی اعتماد مفقود ہو جائے، وہاں آفات کے بعد بحالی کی لاگت (Transaction Costs) دگنی ہو جاتی ہے، کیونکہ لوگ اجتماعی منصوبوں میں حصہ لینا بند کر دیتے ہیں، اور معاشرے میں نفسا نفسی "کا اصول لاگو ہو جاتا ہے۔"³⁰

شریعتِ اسلامیہ بحرانوں کے وقت سماجی اعتماد کو برقرار رکھنے کے لیے عدالت، دیانت اور مساواتِ مطلقہ کا حکم دیتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

((إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ))³¹

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔

امام فخر الدین الرازی (متوفی 606ھ) کی رائے:

مذکورہ آیت کی تفسیری تشریح میں امام فخر الدین الرازی بیان کرتے ہیں کہ "امانتوں" سے مراد صرف مالی امانتیں نہیں، بلکہ آفت اور بحران کے وقت رعایا کے حقوق، امداد کی منصفانہ تقسیم اور عوامی اختیارات بھی امانت ہیں، اور ان میں خیانت پورے معاشرتی نظام کو تباہ کر دیتی ہے۔³² بحران اور قحط کے وقت سماجی اعتماد کی بحالی اور اشتراکِ عمل کا بہترین ماڈل اللہ کے رسول ﷺ نے قبیلہ اشعرین کی مثال دے کر واضح فرمایا:

²⁷ ابن کثیر، عماد الدین اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر)، جلد نمبر: 8، صفحہ نمبر: 66، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، سن اشاعت: 1998ء۔

²⁸ احمد بن حنبل، ابو عبد اللہ الشیبانی جلد نمبر: 28، صفحہ نمبر: 561، حدیث نمبر: 17333، مؤسس الرسالہ، بیروت، لبنان، سن اشاعت: 2001ء۔

²⁹ عالمی بینک بحرانِ آفات اور گورننس کے مسائل: امداد کی منصفانہ تقسیم کا جائزہ، جلد نمبر: 3، صفحہ نمبر: 156، ورلڈ بینک پبلیکیشنز، واشنگٹن ڈی سی، سن اشاعت: 2022ء۔

³⁰ فوکویاما، فرانسس، ٹرسٹ: سماجی فضائل اور خوشحالی کی تخلیق، صفحہ نمبر: 312، فری پریس پبلشرز، نیویارک، سن اشاعت: 1995ء۔

³¹ النساء، 4: 58۔

³² الرازی، فخر الدین محمد بن عمر، التفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب)، جلد نمبر: 10، صفحہ نمبر: 140، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، سن اشاعت: 1999ء۔

((إِنَّ الْأَشْعَرِيِّينَ إِذَا أَرْمَلُوا فِي الْغَزْوِ، أَوْ قَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِينَةِ، جَمَعُوا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ افْتَسَمُوهُ بَيْنَهُمْ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ، فَهُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ))³³

بے شک جب اشعری قبیلے کے لوگوں کے پاس جہاد میں توشہ کم ہو جاتا، یا مدینہ میں ان کے اہل و عیال کا کھانا کم پڑ جاتا، تو جو کچھ بھی ان کے پاس ہوتا اسے ایک کپڑے میں جمع کر لیتے، پھر اسے ایک ہی برتن سے اپنے درمیان برابر تقسیم کر لیتے۔ پس وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

عمرانیاتی تھیوری جس بحران اعتماد کی نشاندہی کرتی ہے کہ "نا برابری اور کرپشن سے سماجی تانا بانا ٹوٹ جاتا ہے" شریعت کا عدل اجتماعی اور اشعری قبیلہ کا مساواتی ماڈل اس کا متبادل پیش کرتا ہے۔ حدیث نبوی نے وسائل کو ایک جگہ جمع کر کے برابر تقسیم کرنے کا جو اصول دیا ہے، وہ سائنسی طور پر سوسائٹی کے اندر سے حسد اور بد اعتمادی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے، جس سے دنیاوی و شرعی مقاصد یکجا ہو جاتے ہیں۔

خاندانی نظام کے ستونوں کا بکھراؤ:

خاندان معاشرے کا بنیادی بلاک اور سب سے مضبوط قلعہ ہوتا ہے۔ قدرتی آفات اس قلعے کی دیواروں کو براہ راست ہدف بناتی ہیں۔ جب خاندان کا واحد کفیلیا سربراہ آفت میں جاں بحق ہو جاتا ہے، تو پورا خاندانی نظام زمین بوس ہو جاتا ہے۔ اکیڈمک ریسرچ کے مطابق، مشرقی اور ترقی پذیر معاشروں میں خاندانی تحفظ کا انحصار زیادہ تر معاشی سرپرست پر ہوتا ہے، اس لیے سربراہ کی موت مابعد آفت شدید خاندانی خلفشار کا سبب بنتی ہے۔³⁴ بین الاقوامی فلاحی ادارے "سیو دی چلڈرن کی رپورٹس کے مطابق، خاندانی نظام کے بکھراؤ کے درج ذیل تین بھیتانک دنیاوی اثرات مرتب ہوتے ہیں: چائلڈ لیبر اور اسکولوں سے اخراج، یتیم بچوں کی کفالت نہ ہونے کے باعث وہ تعلیم چھوڑ کر کم عمری کی مزدوری یا گداگری کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔³⁵

بیواؤں کا استحصال: معاشی خود مختاری نہ ہونے کی وجہ سے بیوہ خواتین شدید سماجی، قانونی اور معاشی عدم تحفظ کی زد میں آ جاتی ہیں۔ گھریلو ناجاچی اور طلاق: آفت کے بعد پیدا ہونے والا شدید معاشی دباؤ اور نفسیاتی صدمہ (Trauma) زوجین کے تعلقات میں دراڑیں ڈال دیتا ہے، جس سے طلاق کی شرح بڑھ جاتی ہے۔³⁶

خاندان کے ٹوٹے ہوئے ستونوں (بیواؤں اور یتیموں) کو دوبارہ کھڑا کرنے کے لیے اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی کفالت کو عبادتِ عالیہ کے مساوی قرار دیا۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے:

((السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمُسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَوْ الْقَائِمِ اللَّيْلَ لَصَلَاتِ النَّهَارِ))³⁷

بیوہ اور مسکین کی خبر گیری کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے، یا اس شخص کی طرح ہے جو رات بھر عبادت کرتا ہو اور دن میں روزہ رکھتا ہو۔"

³³ البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع المسند الصحيح (صحیح البخاری)، کتاب الشریک، جلد نمبر: 3، صفحہ نمبر: 134، حدیث نمبر: 2486، دار طوق النجاة، قاہرہ، مصر، سن اشاعت: 1422ھ۔

³⁴ احمد، بلال، مشرقی خاندانی نظام پر آفات کے اثرات، صفحہ نمبر: 88، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، سن اشاعت: 2021ء۔

³⁵ سیو دی چلڈرن (Save the Children)، آفات زدہ علاقوں میں بچوں کا مستقبل، سالانہ رپورٹ، صفحہ نمبر: 34، یو کے پبلیکیشنز، لندن، سن اشاعت: 2024ء۔

³⁶ جرنل آف فیملی سائنس، معاشی دباؤ اور ازدواجی بگاڑ مابعد صدمہ، جلد نمبر: 15، صفحہ نمبر: 202، کالیفورنیا یونیورسٹی پریس، امریکہ، سن اشاعت: 2023ء۔

³⁷ القرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن (تفسیر القرطبی)، جلد نمبر: 4، صفحہ نمبر: 42، دار الکتب المصریہ، قاہرہ، مصر، سن اشاعت: 1964ء۔

یتیم بچوں کے مستقبل کو خاندانی تحفظ:

یتیم بچوں کے مستقبل کو خاندانی تحفظ دینے کے صلے میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی رفاقت کی نوید سناتے ہوئے فرمایا:

((أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هَكَذَا، وَأَشَارَ بِالسَّبَابَةِ وَالْوُسْطَى))³⁸

میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے، اور آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی اور درمیان والی انگلی سے اشارہ فرمایا۔

اس میں قدرتی آفات کے کثیر الجہتی سماجی اثرات کا انتہائی عمیق، علمی اور تحقیقی مطالعہ پیش کیا گیا۔ یہ بات دنیاوی اور دینی دونوں مآخذ سے پایہ ثبوت کو پہنچی کہ ناگہانی آفات محض مادی نقصان نہیں کرتیں بلکہ انسانی آبادی کے ڈھانچے، سماجی اعتماد، جغرافیائی توازن اور خاندانی اکائی کو شدید گزند پہنچاتی ہیں۔ ان تمام دنیاوی بحرانوں کا جب ہم شریعت اسلامیہ، قرآنی احکامات، تفسیری آراء اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں مطالعہ کرتے ہیں، تو یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام کا نظام مواخات، عدل اجتماعی اور نظام کفالت ہیوہ پائیدار بنیادیں ہیں جن پر آفت زدہ معاشرے کی تعمیر نو ممکن ہے۔ معیشت اور سماج کے ان باہمی روابط کے بعد، انسانی وجود کا ایک اور نازک ترین پہلو متاثر ہوتا ہے جسے "انسانی نفسیات" کہا جاتا ہے۔ چنانچہ، اگلی فصل میں آفات کے نفسیاتی اثرات، مابعد صدمہ اضطراب اور اجتماعی صدمے کا جائزہ لیا جائے گا، جو ان سماجی و خاندانی تبدیلیوں سے براہ راست جنم لیتے ہیں۔

خلاصہ اور نتائج

مذکورہ بالا بحث سے واضح ہوتا ہے کہ قدرتی آفات محض طبعی مظاہر نہیں بلکہ اپنے دامن میں گہرے سماجی اور خاندانی اثرات سموئے ہوئے ہیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ ثابت ہوا کہ کائنات کا نظام توازن اور میزان پر قائم ہے، اور آفات اس نظام میں ایک عارضی خلل (عرض مفسد) کی حیثیت رکھتی ہیں جو انسانوں کے اپنے اعمال کا نتیجہ بھی ہو سکتی ہیں اور اللہ کی حکمت و آزمائش کا مظہر بھی۔ ان آفات کے نتیجے میں جانی نقصان کے ساتھ ساتھ جبری نقل مکانی، معاشرتی اعتماد کا زوال اور خاندانی نظام کی شکست و ریخت جیسے سنگین مسائل جنم لیتے ہیں، جن کی زد میں بالخصوص بیوائیں اور یتیم بچے آتے ہیں۔ سیرت طیبہ کا مطالعہ اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہجرت مدینہ کے موقع پر مواخات مدینہ کے ذریعے متاثرہ اور بے گھر مہاجرین کو نہ صرف معاشی سہارا بلکہ سماجی اور جذباتی تحفظ بھی فراہم کیا، جو آج بھی آفت زدہ معاشروں کی بازآباد کاری کے لیے ایک قابل عمل نمونہ ہے۔ اس مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ قدرتی آفات کے بعد محض مادی امداد کافی نہیں بلکہ متاثرہ خاندانوں کی نفسیاتی، سماجی اور معاشرتی بحالی کے لیے اسلامی تعلیمات اخوت، عدل اجتماعی اور کفالت یتیمی و بیوگان کو بھی مؤثر انداز میں بروئے کار لانے کی ضرورت ہے۔ یہی وہ جامع اور متوازن ماڈل ہے جو سیرت طیبہ ہمیں آفات کے سماجی و خاندانی بحران سے نمٹنے کے لیے فراہم کرتی ہے۔

³⁸ البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب النفقات، جلد نمبر: 7، صفحہ نمبر: 76، حدیث نمبر: 5353، دار طوق النجاة، قاہرہ، مصر، سن اشاعت: